تصوف ، علم الاخلاق

علم الکلام

تقابلِ ادیان

فلسفہ ( اسلامی و عمومی )

انسائیکلو پیڈیا

لغت

جغرافیہ ، سفرنامے

زبان و ادب

طب

مطالعۂ پاکستان

## مخطوطے

اردو، عربی، فارسی، ترکی زبانوں میں نادر کتب کے ۵۰ مخطوطے کتب خانہ کی زینت ہیں۔ گیارہ سو نادر کتابوں کی فوٹو اسٹیٹ کاپیاں، مائکروفلمیں، اور مائکروفش بھی ہیں۔

## مائکروفلمنگ یونٹ

ضروری سامان سے آراستہ ادارے کا اپنا فوٹو اسٹیٹ اور مائکروفلمنگ یونٹ ہے۔ یہ یونٹ بڑی مفید خدمات انجام دے رہا ہے، صرف اپنے کتب خانے کے لئے ہی نہیں بلکہ بیرون ملک لائبریریوں کو بھی مائکروفلمیں مہیا کرتا ہے۔

Fikr-o-Nasar (Islamabad) 20:9-10 (1983)

# وفاقی شرعی عدالت

پروفیسر انوار اللہ

صدرِ مملکت نے ۲۶ مئی ۱۹۸۰ء کو ایک آرڈیننس جاری کیا جس کی رو سے وفاقی شرعی عدالت قائم کی گئی۔ ابتدا میں چیئرمین سمیت اس عدالت کے پانچ ارکان تھے۔ اس کے چیئرمین سپریم کورٹ کے جج اور باقی ارکان ہائی کورٹ کے جج تھے۔ اس عدالت نے یکم جون سے باقاعدہ کام شروع کیا۔ مندرجہ بالا آرڈیننس کی رو سے وفاقی شرعی عدالت کو مندرجہ ذیل دو اہم کام تفویض ہوئے۔

۱۔ حدود آرڈیننس کے ماتحت جن مقدمات کا نچلی عدالتوں میں فیصلہ کیا جائے ان کے خلاف اپیلوں کی سماعت کرے۔

۲۔ پاکستان کا کوئی بھی شہری اگر موجودہ قوانین میں سے کسی قانون کو خلافِ قرآن و سنت سمجھے تو وہ اس عدالت میں ایک درخواست کے ذریعے اس کو چیلنج کر کے اس کو قرآن و سنت کے مطابق بنانے کا مطالبہ کرے۔ عدالت اس پر بحث و تحقیق کے بعد یہ فیصلہ کرے گی کہ یہ قانون کہاں تک قرآن و حدیث سے متصادم ہے اور جہاں تک یا کل کا کل اگر قرآن و سنت سے متصادم پایا گیا تو عدالت حکومت سے درخواست کرے گی کہ ایک خاص وقت تک اس قانون میں ترمیم کر کے اس کو قرآن و سنت کے مطابق بنایا جائے۔ فقہی مسائل میں بوقت ضرورت عدالت کو مشورہ دینے کے لئے علماء کا ایک پینل بھی بنایا گیا۔ مقدمے کے سلسلے میں جب کبھی عدالت یا فریقین میں سے کوئی ایک ضروری سمجھے پیروی کے لئے بطور وکیل یا مشیران میں سے کسی کی خدمات حاصل کر لے۔

جونہی اس عدالت نے کام شروع کیا۔ مختلف ہائی کورٹوں سے ایک سو تیرہ مقدمات درخواستوں (شریعت پٹیشنز) کے ذریعہ اس عدالت کی طرف منتقل کئے گئے۔ ان میں بعض بہت اہم تھے اور سب کے سب ہی موجودہ قوانین میں سے کسی نہ کسی قانون کو چیلنج کیا گیا تھا کہ یہ

قرآن وحدیث کے خلاف ہے۔ سال میں سب سے پہلی درخواست محمد ریاض نامی ایک شخص کی درخواست تھی۔ جس میں آئین پاکستان کے آرٹیکل ۳۰۲ کو جو قصاص و دیت سے متعلق ہے، چیلنج کیا گیا تھا۔ اس درخواست میں یہ دعوی کیا گیا تھا کہ یہ قرآن وسنت کے خلاف ہے۔ اس قسم کی کل نو اپیلیں تھیں جن میں اسی قسم کے دعوی کی بنیاد پر مذکورہ آرٹیکل کو چیلنج کیا گیا تھا۔ چنانچہ عدالت نے اس کی سماعت شروع کی۔ سماعت کی ابتداء میں اس عدالت کے دائرہ اختیار پر خوب بحث ہوئی اور یہ طے پایا کہ عدالت ہذا کسی بھی فیصلے یا قانون پر بحث کر سکتی ہے تاکہ اس کو قرآن وسنت کے مطابق بنانے کی سفارش کر سکے۔

اس مقدمہ کے فیصلے میں فاضل جج جناب جسٹس آفتاب حسین صاحب نے اپنے طریقہ کار کے لئے مندرجہ ذیل اصول بھی وضع کئے۔

۱۔ سب سے پہلے متعلقہ معاملے میں قرآن کریم کی کوئی آیت تلاش کی جائے۔
۲۔ اس معاملے سے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی حدیث تلاش کی جائے۔
۳۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کی روشنی میں کسی قرآنی آیت کی وضاحت اور تفسیر دیکھی جائے۔
۴۔ اس معاملے سے متعلق مختلف فقہا کی رائیں دیکھی جائیں اور پھر ان کے دلائل پر غور کیا جائے اور یہ معلوم کیا جائے کہ ان میں سے کس کی رائے موجودہ زمانے کی ضروریات کے مطابق ہے۔
۵۔ کچھ اور متعلقہ اصول اور طریقے بھی دیکھ لئے جائیں جو قرآن وسنت کے خلاف نہ ہوں۔

بہرحال عدالت ہذا نے اس پٹیشن پر فیصلہ دے دیا اور کچھ نکات سے اتفاق کر کے اس کو قرآن وسنت کے مطابق بنانے کی سفارش کی۔

اس کے ساتھ ساتھ عدالت نے باقیماندہ پٹیشنز کی سماعت بھی جاری رکھی۔ جناب جسٹس کیکاؤس صاحب نے ایک شریعت پٹیشن کے ذریعے سیاسی پارٹیوں کے قانون مجریہ ۱۹۶۲ء اور نمائندگی کے قانون مجریہ ۱۹۷۶ء کو چیلنج کیا کہ یہ قرآن وسنت کے خلاف ہیں۔ اس پر عدالت نے سماعت کے مکمل کرنے کے بعد فیصلہ دیا کہ مجموعی طور پر قرآن وسنت سے

سے متصادم نہیں ہیں اس لئے درخواست خارج کر دی گئی۔

پھر عدالت نے ان پٹیشنز پر بحث جاری رکھی جن میں مارشل لاء ریگولیشن نمبر ۱۱۵، قانون شفعہ پنجاب و صوبہ سرحد، لینڈ ریکوزیشن ایکٹ ۱۹۷۲ء سی ڈی اے آرڈیننس ۱۹۶۰ء کو چیلنج کیا گیا۔ جن میں یہ دعویٰ کیا گیا تھا کہ یہ قرآن و سنت کے خلاف ہیں۔ کیونکہ ان میں زمین کی ملکیت کی تحدید کر دی گئی ہے، حکومت کو بلا عوض شخصی ملکیت لینے کا اختیار دیا گیا ہے بغیر معقول معاوضہ کی گنجائش دی گئی ہے، حق شفعہ مزارع اور دوسرے غیر مالک کو بھی دیا گیا ہے وغیرہ۔

اس پر عدالت نے کافی غور و خوض کے بعد ان کے بعض نکات سے اتفاق کیا اور حکومت سے اس کو قرآن و سنت کے مطابق بنانے کی سفارش کی۔

ان کے ساتھ ساتھ عدالت کے سامنے ماتحت عدالتوں کے حدود آرڈیننس کے مطابق فیصلوں کے خلاف اپیلیں بھی برائے سماعت پیش ہوئیں۔ جون سے جنوری تک تقریباً ایک سو بارہ اپیلیں دائر کی گئیں۔ بہت سی اپیلوں کی سماعت مکمل کی گئی اور ان پر فیصلے دیئے گئے۔ ان میں سے اکثر میں ان سزاؤں کو بحال رکھا گیا جو ماتحت عدالتوں نے حدود آرڈیننس مجریہ ۱۹۷۹ء کے تحت دی تھیں۔ اس کے بعد اپیلوں کا سلسلہ شروع ہوا۔ چنانچہ ۷ دسمبر ۱۹۸۱ء تک عدالت میں کل تین سو اکیس اپیلیں دائر کی گئیں۔ جن میں سے تقریباً دو سو چھپن اپیلوں کے فیصلے ہو چکے ہیں۔ ان اپیلوں میں بھی عدالت میں بعض اہم شرعی مسائل پر کافی بحث کی گئی ہے۔ اور ان کے فیصلوں کے سلسلے میں مختلف مکاتیب فکر کے فقہ کی مستند اور معتمد کتابوں سے استفادہ کیا گیا۔ ان میں سے بعض اپیلیں منظور کر کے ان کی سزائیں معاف کر دی گئیں اور اکثر کی سزاؤں کو بحال رکھ کر ان کو خارج کر دیا گیا اور بعض میں سزاؤں میں ترمیم کر دی گئی۔

عدالت نے بعد میں شریعت پٹیشنز کے سلسلے میں رجم سے متعلق ظہور بخش اور ایم۔ آئی چودہری بنام اسلامی جمہوریہ پاکستان کی پٹیشن پر کافی بحث و تحقیق کے بعد اختلاف رائے کے ساتھ فیصلہ دے دیا۔ رجم کے فیصلے سے صاف واضح ہے کہ ہمارے جج صاحبان نے تفاسیر، شروح حدیث اور فقہ کی مستند اور معتمد کتابوں سے کافی استفادہ کیا ہے۔ اس مقدمہ میں عدالت نے مولینا

محمد حنیف ندوی، مولانا پیر محمد کرم شاہ اور مولانا محمد رضی مجتہد سے رجم پر تحقیقی نقطہ نظر تحریری طور پر پیش کرنے کی درخواست کی تھی اور انہوں نے اپنے اپنے مقالے بھیج دیئے تھے۔

شریعت پٹیشنز کے سلسلے میں عدالت نے حد شراب اور ممانعت شراب کے آرڈیننس کے متعلق رستم سدھوا کی پٹیشن پر جس میں غیر مسلموں پر علانیہ پابندی شراب کو چیلنج کیا گیا تھا کافی بحث و تحقیق کے بعد فیصلہ دے دیا اور مجموعی طور پر یہ فیصلہ دے دیا کہ شراب کی علانیہ پابندی غیر مسلموں کے لئے بھی اسی طرح ہے جیسا کہ مسلمانوں کے لئے ہے۔ البتہ شراب کے ضروری کاروبار سے نفع صرف غیر مسلم ہی اٹھا سکتے ہیں۔ اس فیصلے میں بھی ہمارے جج صاحبان نے نہایت عالمانہ پیرائے میں بحث کی ہے اور تفاسیر و احادیث کی شروح اور فقہ قدیم و جدید کی معتمد اور مستند کتابوں سے استفادہ کیا ہے جیسا کہ ان کے فیصلوں سے ظاہر ہے۔

۱۳۔ اپریل ۱۹۸۱ء کو ایک صدارتی آرڈیننس نافذ کیا گیا جس کی رو سے تین علماء عدالت کے ارکان میں شامل کئے گئے اور بعد میں ان تین علماء نے باقاعدہ رکن کی حیثیت سے حلف اٹھا کر کام شروع کر دیا۔ ان علماء کی شرکت کے بعد عدالت نے اپنا کام اور تیزی سے بڑھا دیا اور کئی پٹیشنز اور اپیلوں کے فیصلے کئے۔ عدالت نے اب تک کل ایک سو اٹھاسی شریعت پٹیشنز کے فیصلے کئے ہیں۔

خالد پرویز بنام سرکار کی اپیل میں عدالت نے چونکہ گواہوں کو غیر معتبر سمجھا اس لئے عدالت نے متعلقہ ایس۔ ایچ۔ او پولیس سٹیشن کو حکم دیا کہ متعلقہ غیر معتبر گواہ کے خلاف حد قذف آرڈیننس مجریہ ۱۹۷۹ء کے تحت مقدمہ درج کرائے اور سیشن جج متعلق کو بھی حکم دیا کہ اس گواہ کے خلاف حد قذف کے تحت مقدمہ کی پیروی کرے۔

ان شریعت پٹیشنز اور اپیلوں کے علاوہ اور بھی بہت سی درخواستیں عدالت میں آتی رہتی ہیں جن میں مختلف اسلامی قوانین کے بارے میں عدالت سے درخواست ہوتی ہے کہ ان کو قرآن و سنت کے مطابق بنایا جائے۔ لیکن وہ یا تو ہمارے دائرہ کار سے باہر ہوتی ہیں یا یہ کہ وہ نہایت ہی مغلق اور غیر مرتب انداز میں ہوتی ہیں۔ اس لئے ایسی درخواستیں واپس کر دی جاتی ہیں یا ان میں سے بعض درخواست دہندوں سے کہا جاتا ہے کہ باقاعدہ قواعد کے تحت درخواست دیں۔

یہاں یہ ذکر کرنا بھی ضروری ہے کہ جیسا کہ پی ایل ـ ڈی میں چھپے ہوئے اس عدالت کے فیصلوں سے معلوم ہوتا ہے کہ عدالت کی سماعت اور فیصلے بالکل اسلامی نقطۂ نظر سے ہوتے ہیں۔ وکلاء اور فقہی مشیر جو عدالت میں فریقین کی طرف سے پیش ہوتے ہیں وہ بھی اپنے دلائل قرآن وسنت اور فقہ کی روشنی میں دیتے ہیں۔ فقہ کے ساتھ ساتھ اصول فقہ پر بھی کافی بحث ہوتی ہے اور فقہی مسئلہ کی اصل کی انتہائی تلاش کی جاتی ہے۔ سارے فقہاء، غیر مقلدین کی کاوشوں اور ظاہری فقہ وغیرہ سب سے استفادہ کیا جاتا ہے۔ بالکل شروع سے فقہ حنفی، فقہ شافعی، فقہ مالکی، فقہ حنبلی اور فقہ جعفریہ کی مستند کتابوں سے حوالے لئے جاتے ہیں۔ چنانچہ بالکل شروع میں محمد ریاض کی پٹیشن کے فیصلے میں فاضل جج جناب آفتاب حسین صاحب نے فقہ حنفی اور فقہ حنبلی کی مستند کتابوں سے استفادہ کیا ہے۔

راجہ محمد افسر کے پٹیشن میں فاضل جج جناب جسٹس آفتاب حسین صاحب نے اپنے فیصلے میں تشیعہ فقہ کی دو کتابوں یعنی تفسیر شیعی از ابو الفاتح الجرجانی اور ''دستورات اسلام آشنا شوئیم'' از علی غفوری سے استفادہ کیا ہے اور ان کا حوالہ دیا ہے۔ رجم کے فیصلے میں سارے جج صاحبان جناب جسٹس صلاح الدین احمد صاحب، جناب جسٹس علی حیدر صاحب، جناب جسٹس آفتاب حسین صاحب۔ جناب جسٹس کریم اللہ درانی صاحب اور جناب جسٹس ذکاء اللہ لودھی صاحب نے تمام فقہوں کی مستند اور معتبر کتابوں سے استفادہ کیا ہے اور ان کے حوالے دیئے ہیں۔ بلکہ قرآن کی قدیم اور جدید تفاسیر اور احادیث کی قدیم وجدید شرح نیز معاصرین کی کتابوں سے بھی کافی استفادہ کیا گیا ہے۔

کئی مسائل میں عدالت تحقیق و تنقیح کے لئے بعض جید اور نامور علماء کو بھی عدالت میں متعلقہ مسئلہ پر اظہار رائے کے لئے بلاتی ہے تاکہ اسلامی نقطۂ نظر سے مسئلے کی خوب تحقیق ہو سکے۔ چنانچہ گذشتہ مہینے ایک مسئلہ کے سلسلہ میں عدالت نے مولانا مفتی سیاح الدین کاکاخیل کو اپنی رائے دینے کے لئے بلایا جنھوں نے عدالت کے سامنے اپنی رائے کا تفصیلی طور سے اظہار کیا۔ اب تصویر اور فلم سے متعلق ایک مسئلے میں جناب مولانا عبد القدوس ہاشمی صاحب کو اپنی رائے کے اظہار کی دعوت دی گئی ہے۔

ایک صدارتی آرڈیننس کے ذریعے اس عدالت کو اپنے شریعت پٹیشنز کے فیصلوں پہ نظرثانی کا بھی اختیار دے دیا گیا ہے۔ چنانچہ اس عدالت کے رجم کے فیصلے پر نظرثانی کی اپیل منظور کی گئی ہے۔

عدالت کا صدر دفتر تو اسلام آباد میں ہے لیکن چاروں صوبوں کے صدر مقاموں یعنی کراچی، لاہور، پشاور اور کوئٹہ میں متعلقہ ہائی کورٹوں میں اس کی شاخیں ہیں جہاں متعلقہ صوبوں کے باشندوں کی اپیلیں اور درخواستیں داخل کی جاتی ہیں۔ ان اپیلوں اور شریعت پٹیشنز کی سماعت بھی عدالت ان ہی متعلقہ ہائی کورٹوں میں کرتی ہے، تاکہ فریقین کو آسانی رہے۔ چنانچہ عدالت کراچی، لاہور، پشاور، اور کوئٹہ میں متعلقہ مقدمات کی سماعت کر کے ان کو نمٹاتی ہے۔ چنانچہ ہر مہینے میں عدالت ان چاروں صوبائی صدر مقاموں میں سے کسی نہ کسی مقام پہ اپنی نشست منعقد کرتی ہے۔ پہلے تو عدالت کے سارے ارکان جایا کرتے تھے لیکن جب سے علماء ارکان کے آنے سے تعداد بڑھ گئی ہے اس وقت سے ایک بنچ باہر جاتی ہے اور ایک یہاں صدر مقام پر نشست جاری رکھتی ہے۔ البتہ جب مقدمہ اہم نوعیت کا ہو تو پھر وہ سارے ارکان کے سامنے اسلام آباد ہی میں سماعت کے لئے پیش کیا جاتا ہے تاکہ مکمل تحقیق ہو سکے اور ہر رکن کو غور و فکر کا موقع ملے اور سب کی متفقہ رائے سے مسئلہ حل ہو جائے۔

یہ بھی ذکر کرنا ضروری ہے کہ اس عدالت میں اپیل یا شریعت پٹیشن داخل کرنے کے لئے کوئی فیس نہیں لی جاتی۔ شریعت پٹیشن کی صورت میں اس کی نقلیں بھی ساتھ داخل کرنی پڑتی ہیں۔ اس کے علاوہ درخواست دہندہ خود بھی اپنی درخواست کی وکالت کر سکتا ہے۔ یعنی اس کے لئے کسی وکیل کو پیش کرنا ضروری نہیں ہے۔ اس کے علاوہ اس کے لئے یہ بھی گنجائش ہے کہ وہ ہمارے فقہی مشیروں کی فہرست میں سے کسی کو بھی بطور وکیل عدالت میں پیش کرے۔ اگر چاہے تو کوئی وکیل بھی پیش کر سکتا ہے۔ یہ سہولت ہر مقدمہ کے لئے ہے خواہ وہ شریعت پٹیشن ہو یا فوجداری اپیل۔

یہاں یہ بھی ذکر کرنا ضروری ہے کہ جیسا کہ اوپر کے اعداد و شمار سے ظاہر ہے اس عدالت میں مقدمات کا فیصلہ نہایت تیزی سے کیا جاتا ہے۔ اکثر فوجداری اپیلوں کا فیصلہ چند

سماعتوں میں کیا جاتا ہے۔ جس میں زیادہ سے زیادہ دو مہینے لگ جاتے ہیں۔ اگر کسی فوجداری اپیل کی سماعت میں تاخیر ہوتی ہے تو وہ صرف اس وجہ سے کہ ماتحت عدالتوں سے متعلقہ ریکارڈ بروقت نہیں پہنچتا۔ شریعت پٹیشن کے داخل ہونے کے فوراً بعد اس کی سماعت کی تاریخ مقرر کر دی جاتی ہے اور متعلقہ فریقین بمعہ وکلا وغیرہ کو اطلاع دے دی جاتی ہے اور اس طرح تیزی سے کام شروع کر دیا جاتا ہے البتہ جب شریعت پٹیشن کسی اہم نوعیت کی ہو تو پھر اس کے فیصلے میں کئی مہینے لگ جاتے ہیں، کیونکہ فاضل جج صاحبان کو اس کے فیصلے میں کافی فقہی مواد دیکھنا پڑتا ہے اور پھر کسی نتیجے پر پہنچنے میں بہت وقت لگ جاتا ہے۔

بعض فوجداری اپیلوں میں بھی ایسے مسائل نکل آتے ہیں جو یا تو فقہ اسلامی میں پہلے نہیں ملتے یا اگر ملتے ہیں تو بالکل بنیادی حیثیت میں جن کو موجودہ وقت میں عملی صورت میں نافذ کرنے پر کافی غور و خوض کی ضرورت پیش آتی ہے۔ مثال کے طور پر میانوالی کی ایک فوجداری اپیل میں جرائم کی شہادت اور دعویٰ میں تحدید زمان (لاء آف لمیٹیشن) کا مسئلہ سامنے آیا ہے۔ وہ یہ کہ اگر کسی جرم کی شہادت یا دعویٰ کرنے میں تاخیر ہو جائے اور اس تاخیر کی معقول وجہ بھی نہ ہو تو کیا وہ شہادت اور دعویٰ مقبول ہیں یا نہیں؟ چونکہ اس مسئلہ میں ائمہ کا اختلاف ہے اور پھر جو ائمہ تحدید زمان کے قائل ہیں وہ بھی اس کو عام نہیں سمجھتے اور بعض جرائم میں اس کو مؤثر مانتے ہیں اور بعض میں نہیں اور پھر جن جرائم میں وہ تحدید زمان کے قائل ہیں تو اس کے لئے انہوں نے کوئی خاص وقت معین نہیں کیا ہے۔ اس لئے اس قسم کے فیصلوں میں کچھ وقت لگ جاتا ہے۔

حدود کے نفاذ میں ایک دشواری یہ ہے کہ جو پیمانہ شہادت شریعت نے مختلف حدود کے لئے مقرر کیا ہے اس پر پورا عمل کرنا خاصا مشکل ہے مثلاً زنا کی حد نافذ کرنے کے لئے چار چشم دید گواہ ضروری ہیں جن کا آج کل کی سوسائٹی میں مہیا ہونا بہت مشکل ہے، خاص طور پر ہماری سوسائٹی میں جس میں نہ تو لوگ کسی جرم کا اقرار کرتے ہیں اور نہ کسی جرم کو دیکھ کر اس کی صحیح گواہی دیتے ہیں۔ اس کے علاوہ لوگوں میں جھوٹ اتنا عام ہو چکا ہے کہ مدعی اور گواہ اکثر جھوٹ بولتے ہیں۔ اسی لئے عدالت آج تک کسی حد کی سزا کو نافذ نہیں کر سکی۔

آخر میں یہ ذکر کرنا مناسب ہو گا کہ قانونی مسائل کی تحقیق کے لئے عدالت کی لائبریری میں